

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی

معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء فی المزاج

رسول اللہ ﷺ کی خوش طبعی کا بیان

○ حدثنا عبد الله بن - الوضاح الكوفي ثنا عبد الله بن ادریس عن شعبة عن أبي التياح عن أنس قال: إن كان رسول الله ﷺ ليخالطنا حتى إن كان ليقول لأخ لي صغير: يا أبا عمير ما فعل النغير؟

○ حدثنا هناد ثنا وكيع عن شعبة عن أبي التياح عن أنس نحوه هذا حديث حسن صحيح - وأبو التياح اسمه يزيد بن حميد الضبعي -

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بہت ہی میل ملاپ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے فرمایا کرتے تھے کہ اے ابوعمیر! نغیر (بلبل) کا کیا ہوا؟

دوسری حدیث بھی متنا اور سنداً پہلی حدیث کی طرح ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں پہلے دو راوی بدل بدل ہیں۔ پہلی حدیث کو امام ترمذیؒ نے عبد اللہ بن الوضاح کو فی سے اور انہوں نے عبد اللہ بن ادریس الخ سے نقل کیا ہے۔ اور دوسری حدیث کو امام ترمذیؒ نے ہناد سے اور انہوں نے وکیع الخ سے روایت کیا ہے۔

توضیح و تشریح: مزاج کے معنی ہے خوش طبعی۔ ہماری اصطلاح میں مذاق (قاف کیساتھ) کہا جاتا ہے۔ تاہم اصل میں یہ مزاج ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں جس چیز کو مذاق کہا جاتا ہے وہ اور بکواس الفاظ میں کچھ نرمی اور شدت کے فرق کے ساتھ دونوں تقریباً ہم معنی ہیں۔ کیونکہ مذاق کے ساتھ بے ہودہ گوئی، کسی کی تذلیل و تحقیر اور دروغ گوئی وغیرہ منکرات کی ملاوٹ ذہن میں ضرور آ جاتی ہے۔ اور اس قسم کا مذاق شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

کثرت مذاق کے مضرات: نیز زیادہ مذاق کرنا اور اس کو عادت اور مداومت کے طور پر کرنا بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ زیادہ ہنسی کا سبب بنتا ہے اور حدیث میں ہے کہ زیادہ ہنسنے سے قیامت قلب (دل کا سخت ہونا) پیدا ہو جاتا ہے۔ نیز اسکی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دین کی فکر سے غافل ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات انہیں کسی کی ایذا رسانی یا کسی کی تحقیر و

تذلیل بھی ہوتی ہے جو کہ گناہ بھی ہے اور اس سے بغض و کینہ بھی دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے جو کہ بہت سے دینی و دنیوی فسادات کا باعث بن سکتا ہے۔ نیز اس سے انسان کا رعب اور وقار بھی ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا کثرت مذاق بھی بہر صورت ناجائز ہے۔ بعض لوگ ہنسی مذاق کو اپنا مشغلہ اور پیشہ بناتا ہے۔ جیسا کہ پشتو زبان میں ”میراوس“ اور اردو زبان میں ”معین اختر“ وغیرہ قسم کے لوگ مشہور ہیں۔ اس قسم کے بے ہودہ گوئی اور دروغ گوئی پر مشتمل کثرت مذاق کا کتنا وبال ہوگا؟ بعض روایات میں یہ مضمون ذکر ہے کہ زبان سے بُری باتیں اور ہفوات بولتے رہنا بہت ہی سہل اور آسان کام ہے اور اس میں کچھ مشقت اٹھانا نہیں پڑتی۔ لیکن اسکی لغزشوں اور گناہوں کا بوجھ بہت بھاری اور خطرناک ہے۔

ناعاقبت اندیشی میں زبان سے گونا گوں ہفوات نکالنا قیامت کے دن کا بہت بڑا خسارہ ہے۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منھا)

حضور ﷺ کا مزاح: جناب رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی اور شاذ و نادر ظرافت اور خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔

اور اس میں کسی قسم کی بے ہودہ گوئی اور منکرات نہ ہوتے تھے۔ بلکہ وہ ظرافت اور خوش طبعی بھی ہزاروں دینی فوائد اور حکمتوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بہت ہی رعب اور جلال عطا فرمایا تھا۔ ایک حدیث میں ہے: نصرت بالربعب مسيرة شهر (الحديث) یعنی ایک مہینے کی مسافت کے اندازے پر اللہ نے رعب سے میری مدد فرمائی ہے۔ بقدر ایک مہینے کی مسافت دور تک دشمن آپ ﷺ کے رعب سے کانپتے تھے۔ نیز احادیث میں ہے کہ جب کوئی آپ ﷺ کو پہلی نظر دیکھ جاتا تو اس پر رعب طاری ہو جاتا تھا، اور جب قریب آ کر آپ ﷺ سے کلام کرتا تو آپ کو بہت ہی مہربان اور سرپا رحمت پاتا۔ بہر حال حضور اکرم ﷺ کبھی کبھی مخاطبین کی مؤانست پیدا کرنے اور ان میں محبت و الفت پیدا کرنے کے لئے اپنے رعب و جلال کے مقام سے کچھ تنزل فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ کوئی آپ ﷺ کو محض ایک ہیبت ناک اور دہشت ناک شخصیت تصور نہ کرے۔ اور اس وجہ سے لوگ آپ ﷺ سے ضروری استفادہ کرنے میں جھجک محسوس کر کے محروم نہ رہیں۔

حاصل یہ کہ مزاح اور خوش طبعی میں جب افراط نہ ہو اور عادت و دوام کے طور پر بھی نہ ہو اور ہر قسم کے منکرات سے بھی خالی ہو۔ اور اس میں مخاطبین کے ساتھ انس پیدا کرنے اور ان کے دلوں کو خوش کرنے کی مصلحت بھی موجود ہو تو یہ عمل مسنون اور مستحب ہے اور ایک امیر لیڈر اور داعی کے لئے اس امر کی بہت ہی ضرورت ہوتی ہے۔

ان کسان رسول اللہ ﷺ لیخا لطننا حتی الخ یعنی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بہت ہی بے تکلفی سے پیش آتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے گھر کے بچوں کے ساتھ بھی خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ اور ان سے ان کے پرندوں کے احوال تک پوچھا کرتے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا:

یا ابا عمیر ما فعل النغیر: یہ حضرت انسؓ کا خیانی بھائی تھا جو کہ چھوٹا تھا اور اس نے ایک پرندہ پال رکھا تھا۔ نغیر: چڑیا یا اس کے ہمشکل پرندہ کو کہا جاتا ہے۔ اور اصل کا بھائی ہے کہ اس مدینہ اس کو بھل کہتے ہیں۔ دوسری روایات

میں یہ بھی آیا ہے کہ اس بچے کا یہ پرندہ مرچکا تھا۔ حضور ﷺ کا مقصد اس کلام سے اس بچے کو تسلی دینا تھا کیونکہ وہ اس کے مرنے کی وجہ سے غمگین تھا۔ حاصل یہ کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی بچوں کے ساتھ خوش طبعی کرتے تھے۔ لہذا کبھی کبھار اپنے بچوں، خادموں، شاگردوں اور دوستوں کے ساتھ ظرافت اور خوش طبعی کرنا بھی چاہیے۔ لیکن اس میں بے ہودہ گوئی، دروغ گوئی اور غیر مہذب الفاظ نہ ہوں۔

بچوں کو کنیت سے یاد کرنا اور پرندوں کا پالنا جائز ہے: یا ابا عمیر ما فعل النخیر الخ: اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو اسم کنیہ کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔ جیسے ابو نضیر، ابو یاض، ابوساؤد، ابوتراب وغیرہ حالانکہ وہ چھوٹا بچہ کسی باپ نہیں ہو سکتا۔ ایسے مقامات پر عموماً ”ابو“ بمعنی صاحب کے آتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ پرندوں کا پالنا جائز ہے۔ بشرطیکہ ان کے پالنے اور رکھنے کیلئے کوئی ایسی صورت اختیار نہ کی جائے جس سے انکی تعذیب ہوتی ہو۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مدینہ کا حرم، مکہ کی طرح نہیں ہے یعنی مدینہ کا شکار جائز ہے، بخلاف حرم مکہ کے کہ اس کا شکار جائز نہیں ہے۔

تنبیہ: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابوالعباس احمد بن ابی احمد الطبری الشافعی نے اپنی کتاب کی ابتداء میں لکھا ہے کہ بعض لوگ محدثین پر اس حدیث ابی عمیر کی وجہ سے عیب لگاتے ہیں اور طعن کرتے ہیں کہ محدثین ایسی چیزوں کو بھی روایت کرتے ہیں کہ جسمیں کوئی فائدہ نہ ہو۔ (یعنی محدثین نے اس حدیث کو نقل کر کے عبرت کا کام کیا ہے اور اس کو نقل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے) حالانکہ یہ صاحب نہیں سمجھتا کہ اس حدیث میں فنون ادب اور فقہ کے ساتھ (۶۰) مسائل ذکر ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے ان ساٹھ مسائل کو بوسط و تفصیل کیساتھ ذکر کیا ہے۔ تو میں (صاحب الفتح) نے ان تمام مسائل کو تلخیص و اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور بعد میں ان فوائد و مسائل پر میں نے جو کچھ مجھے میسر ہوا اس کا اضافہ بھی کیا ہے۔ پھر حافظ ابن حجرؒ نے وہ تلخیص اور اضافہ سب کچھ تحریر فرمایا ہے جو تفصیل دیکھنا چاہتا ہو تو ”باب الكنية للصبي قبل ان يولد له“ کے تحت حضرت انسؓ کی اس حدیث کی تشریح کی طرف رجوع کر لیں۔ (از تحفۃ الاحوذی) الغرض جناب رسول اللہ ﷺ کا ایک مختصر سا جملہ جو کہ آپ نے ایک بچے کیساتھ ظرافت اور خوش طبعی کے طور پر ارشاد فرمایا تھا۔ اس سے بھی سو کے قریب احکام مسائل اور فوائد مستفاد ہوتے ہیں

بابی و امی ناطق فی لفظہ ثمن تباع بہ القلوب وتشتري

○ حدثنا العباس بن محمد الدوري ثنا علي بن الحسن ثنا عبد الله بن المبارك عن أسامة بن زيد عن سعيد المقبر عن أبي هريرة قال: قالوا يا رسول الله إنك تداعبنا؟ قال لا أقول إلا حقا..... هذا حديث حسن .. ومعنى

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ: صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ: کیا آپ ہمارے ساتھ مزاح کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں صرف حق ہی کہتا ہوں..... یہ حدیث حسن ہے۔

اور یہ قول: انک تداعبنا اس کا معنی ہے انک تمازحنا یعنی کیا آپ ہمارے ساتھ مزاح کرتے ہیں الخ توضیح و تشریح: انک تداعبنا: یہ دعابۃ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے مزاح کرنا۔ صحابہؓ کا مزاح

کے بارے میں پوچھنے کا سبب یہ ہے کہ بعض روایات میں اس سے منع بھی آیا ہے اور کبھی کبھی حضور ﷺ سے مزاح کی بات سننے میں آتی۔ تو انہوں نے سوال کیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: لا أقول إلا حقا۔ یعنی میں اگر کوئی بات مزاح کے طور پر کرتا ہوں تو وہ حق اور سچ بات ہوتی ہے۔ یعنی منع کا محمل یہ ہے کہ مزاح میں بے ہودہ گوئی، جھوٹ، تذلیل و تحقیر وغیرہ شامل ہو یا مزاحیہ باتیں کثرت سے ہوں اور جب مزاح تمام مخطورات سے خالی ہو اور حق و صدق پر مشتمل ہو، شاذ و نادر ہو اور حاضرین و مخاطبین کی دلجوئی اور مؤانست وغیرہ مصالح اس میں ہوں تو یہ مزاح صحیح اور جائز ہے۔

اس قبیلے سے ہے وہ روایت جس میں رسول کریم ﷺ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا کہ ”بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی“ تو وہ عورت روتی ہوئی واپس جانے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے یہ آیت سنادیں:

إنا أنشأناهن إنشاء فجعلناهن ابتکارا (الایۃ) یعنی ہم ان عورتوں کو ایک نئی تخلیق سے پیدا کر دیں گے اور انہیں کنواریاں بنا دیں گے۔“ یعنی جنت میں دخول کے وقت وہ بوڑھی نہیں رہیں گی بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو کنواری لڑکی بنا کر جنت میں داخل فرماوے گا۔

○ حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابواسامہ عن شریک عن عاصم الأحول عن انس بن مالک ان النبی ﷺ قال له: یاذا الأذنین۔ قال محمود قال ابواسامہ: انما یعنی به انه یمازحه۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے ان الفاظ سے مخاطب کیا: ”یاذا الأذنین“ اے دو کانوں والا! محمود کہتے ہیں کہ ابواسامہ فرماتے تھے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت انسؓ کے ساتھ مزاح اور خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔

توضیح و تشریح: یاذا الأذنین: اے دوکانوں والا! یہ بھی حضور ﷺ کی مزاحیہ باتوں میں سے ایک ہے۔ امام ترمذیؒ اور ان کے شیوخ میں سے ابواسامہ نے بھی یہ معنی مراد لیا ہے کہ یہ جملہ حضورؐ نے خوش طبعی کے طور پر ارشاد فرمایا: اور یہ سچ اور حقیقت ہے کیونکہ ہر آدمی عموماً دوکانوں والا ہوتا ہے۔ لیکن اس میں مزاح اور خوش طبعی کا پہلو بھی خوب نمایاں ہے۔ جیسا کہ ہماری اصطلاح میں بھی بچوں کے ساتھ لوگ اس قسم کی مزاحیہ بات کرتے ہیں کہ مثلاً عامر بچہ! بھلا تجھ کو پتہ ہے کہ تیرے باپ کا سر دونوں کانوں کے درمیان چھلکا ہوا ہے؟ وہ جانتا ہے کہ نہیں! تیرے باپ کا سر دونوں کانوں

کے درمیان پھنسا ہوگا، میرے باپ کانہیں۔ یہ کہتا ہے کہ قسم سے کہتا ہوں کہ میں نے خود تمہارے باپ کا سر دونوں کانوں کے درمیان دیکھا۔ وغیرہ اور بعض کے نزدیک ”یا ذا الازنین“ کہنا مزاح کے طور پر نہیں فرمایا بلکہ یہ حضرت انسؓ کو اچھے طریقے سے بات سننے اور ماننے کی ترغیب اور تنبیہ کے طور پر ارشاد فرمایا۔ یعنی اے دوکانوں والا جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے سننے کیلئے دوکان دیئے ہیں۔ پھر بھی اگر تم نے دین اور نصیحت کی بات نہ سنی اور اس پر عمل نہ کیا تو کل قیامت کے دن تیرے لئے کوئی عذر نہ ہوگا۔ یہ دوکان سننے کے لئے ہیں ان سے صحیح فائدہ اٹھالو۔ یا اس میں حضرت انسؓ کی اطاعت گزاری و فاشعار اور فرمانبردار ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

○ حدثنا قتیبۃ ثنا خالد بن عبد اللہ الواسطی عن حمید عن أنس أن رجلاً استحمل رسول اللہ ﷺ قال إني حاملک علی ولد ناقة فقال یارسول اللہ ما أصنع بولد الناقة؟ فقال رسول اللہ ﷺ: وهل تلد الابل الا النوق؟ هذا حدیث صحیح غریب۔

ترجمہ: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی نے سواری طلب کی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کراؤں گا۔ تو اس آدمی نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول! ﷺ اونٹنی کے بچے سے میں کیا کروں گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا اونٹوں کو اونٹنیاں نہیں جنتیں؟ (کیا تمام اونٹ اونٹنیوں کے بچے نہیں ہوتے؟) یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

توضیح و تشریح: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایک آدمی نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی سواری دے دے، یعنی کوئی اونٹ گھوڑا وغیرہ دیدے تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے کی سواری مہیا کروں گا۔ تو وہ بولا! اے اللہ تعالیٰ کے رسول! ﷺ اونٹنی کے بچے سے میں کیا کروں گا۔ کیونکہ بچہ اس کے خیال میں صرف چھوٹے کو کہا جاتا تھا۔ اور چھوٹا بچہ تو سواری کے قابل نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے اس نے شکوہ کے طور پر کہا کہ میں بچے سے کیا کروں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ اونٹ اونٹنیوں کے بچے نہیں ہوتے؟ یعنی اونٹ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، ہر ایک اونٹنی ہی کا بچہ ہوتا ہے۔ پھر پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ اور اس کلام میں اس آدمی کو تنبیہ دینا بھی مقصود ہے کہ اگر تو نے تھوڑا تدریکاً ہوتا تو تجھے یہ کہنا نہ پڑتا کہ ”بچے سے میں کیا کروں؟“ لہذا جب کوئی بات سن لے تو اس کو رد کرنے میں جلدی نہ کیجئے بلکہ اس کے معنی میں ذرا غور اور تدبر کرے اور اس کے اصل مفہوم اور مقصد سمجھنے کی کوشش کرے۔ جلد بازی سے اس کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے سے بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے۔ جو بعد میں پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔